www.KitaboSunnat.com

کتاب و حکمت

پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ
پروفیسر حافظ محمد اسرائیل

ترجمان القرآن

(انسائیکلوپیڈیا آف قرآن)

(گزشتہ سے پیوستہ).... معلوم ہوا کہ بیتُ اللہ کی حُرمت ابراہیمؑ کی تعمیر سے پہلے کی ہے۔ جس طرح رسول اکرم ﷺ اللہ کے ہاں پہلے سے خاتم الانبیاء محمد ﷺ لکھے ہوئے تھے۔ حالانکہ آدمؑ ابھی مٹی کے پتلے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا بھی کی تھی کہ انہیں میں سے ایک رسول ﷺ پیدا فرما۔ اللہ نے اپنے علم و قدرت کے مطابق اس دعا کو قبول فرمایا۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے، آپ کی پیدائش کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ ابن مریم کی بشارت ہوں، میری والدہ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات چمک اٹھے۔" ع

پیغامِ خدا نخست آدم آورد
انجام بشارت ابن مریم آورد

"وہ اس دنیا میں سب سے پہلے اپنے پروردگار کا پیغام لے کر آئے۔ یہ وہی تھے جن کے متعلق عیسیٰ ابن مریم نے بشارت دی تھی۔" ع

باجملہ رسل نامہ بے خاتم بود
احمد برما نامہ خاتم آورد

"تمام انبیاء کے پیغام کو انتہا نصیب نہ تھی۔ ہمارے نبی احمد مصطفیٰ ﷺ نے اس پیغام کو انتہا تک پہنچا دیا۔"

رہی یہ بات کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ جمہور کے نزدیک مکہ افضل ہے او

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالکیہ کے نزدیک مدینہ افضل ہے۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں: "ہم اس کا ذکر دوسری جگہ دلیل کے ساتھ کریں گے۔" میں کہتا ہوں کہ ایسے مسائل میں سرے سے غور کرنا ہی بے فائدہ ہے۔ اس لئے کہ حرمین شریفین کے فضائل جُدا جُدا آئے ہیں۔ جو جس کی فضیلت ہے، وہ بجائے خود ثابت ہے۔ کوئی مرفوع حدیث ایک کی دوسرے پر فضیلت میں نہیں آئی۔ مکۃ المکرمہ میں اللہ کا گھر ہے جبکہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ سب سے عظیم اللہ ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ ذات بزرگ و برتر ہے۔ ع

زہے سعادت آں بندہ کہ کرد نزول
گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسول ﷺ

"اس انسان کی نیک بختی اور خوش بختی ہے کہ وہ دنیا میں آیا کبھی اسے اللہ کے گھر کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور کبھی رسول اکرم ﷺ کے گھر کی۔"

مدینہ طیبہ کو رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ساتھ حرم ٹھہرایا، بلکہ اسے دوچند بتایا۔ ہمیں اس حکم کا ماننا واجب ہے۔ اسی طرح اپنی مسجد کا ذکر مکہ و بیتُ المقدس کے ساتھ کیا۔ ہر ایک کی فضیلت بیان فرمائی پس ہمیں لازم ہے کہ اس فضیلت کو نگاہ میں رکھیں۔ مکہ معظمہ سے حج و عمرہ کے بعد مسجد نبوی کا سفر کریں اور زیارتِ مسجد مصطفوی ﷺ سے بھی مشرف ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ کا یہ فرمانا کہ اللہ اس شہر کو امن والا بنادے اس کا مطلب ہے کہ یہاں کے لوگوں کو خوف و رُعب سے محفوظ رکھ، سو اللہ تعالیٰ نے شرعاً و قدراً ایسا ہی کیا۔ فرمایا:

﴿ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ﴾

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾

"کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا ہم نے (ان کا شہر مکۃ) امن والا حرم بنایا اور (ان کے) آس پاس کے لوگ لٹ جاتے ہیں" (العنکبوت: ٦٧)

حرمتِ قتال کی حدیثیں پہلے آچکی ہیں۔ صحیح مسلم میں جابرؓ سے مرفوعاً آیا ہے کسی شخص کو جائز نہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہتھیار اُٹھائے کیونکہ یہ کام خلافِ امن ہے۔ اللہ نے مکہ مکرمہ کو باامن ٹھہرایا۔ یہاں کوئی ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے مکہ اور اہل مکہ کو خوف و دہشت دامن گیر ہو۔

اس سورت میں یوں فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا ﴾ .... (البقرہ: ۱۲۶)
"اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دے"
یہاں بلد سے مراد بقعہ (خِطّہ) ہے۔ یعنی اس خطے کو باامن رکھ۔ یہاں یہی مناسب ہے، اس لئے کہ یہ دعا کعبہ کی بنیاد رکھنے سے پہلے کی تھی۔

سورۂ ابراہیم میں یوں ارشاد فرمایا:
﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا ﴾ .... (ابراہیم: ۳۵)
"وہ وقت یاد کیجئے جب حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا، اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دے"
وہاں یہی مناسب ہے۔ اس لئے کہ یہ دعا دوسری بار بیت اللہ کی بنیاد رکھے جانے اور مکہ کو مستقر بنانے کے بعد تھی۔ جبکہ حضرت اسحاقؑ پیدا ہو چکے تھے۔ وہ حضرت اسماعیلؑ سے تیرہ سال چھوٹے تھے، اسی لئے آخری دعا میں یوں فرمایا:
﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾
"اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کبر سنی (بڑھاپے) میں اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ عطا کئے، بیشک میرا پروردگار دعا کا سننے والا ہے"
حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں: "یہ لفظ ﴿ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا...... الآیۃ ﴾ اللہ کا قول ہے"۔ یہی بات عکرمہؒ اور مجاہدؒ نے فرمائی ہے۔ ابن جریرؒ نے اسے صحیح فرمایا ہے۔ دوسرے مفسرین کا خیال ہے کہ یہ الفاظ بھی حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا حصہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ جو کوئی منکر ہو، اس کو بھی کچھ فائدہ دے۔ دوسرا قول حضرت ابن عباسؓ کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس دعا کو مومنین تک ہی مخصوص کیا تھا۔ اللہ نے فرمایا: "نہیں میں کافر کو بھی رزق دوں گا۔ کیا ایک مخلوق پیدا کروں اور اس کو رزق نہ دوں؟ لیکن اسے چند روز فائدہ دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب میں مبتلا کردوں گا، پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی:
﴿ كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَآءِ وَهٰؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴾ ..... (الاسراء: ۲۰)
"ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے پروردگار کی بخشش کسی سے رُکی نہیں ہوئی"

یہی بات عکرمہؒ اور مجاہدؒ سے بھی مروی ہے۔ یہ آیت اللہ کے اس قول کے مطابق ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِى الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾

(یونس: ۶۹-۷۰)

"کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے، ان کے لئے جو فائدے ہیں صرف دنیا میں ہیں۔ پھر انہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور پھر ہم انہیں شدید عذاب کے مزے چکھائیں گے، کیونکہ یہ کفر کیا کرتے تھے"

پھر فرمایا:

﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ ..... (لقمان: ۲۳-۲۴)

"اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے، ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم ان کی انہیں خبریں دیں گے۔ بیشک اللہ دلوں کی باتوں سے واقف ہے۔ ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر عذابِ شدید کی طرف دھکیل کر لے جائیں گے"

پھر فرمایا:

﴿ وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ .... (الزخرف: ۳۳-۳۵)

"اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ سے انکار کرتے ہیں، ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں اور خوب تجمل و آرائش کرواتے۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمہارے رب کے ہاں پرہیزگاروں کیلئے ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر فرمایا:

﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ .... (آلِ عمران: ۱۹۶-۱۹۷)

"اے نبی اکرم ﷺ کافروں کا شہر میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکا نہ دے۔ یہ دنیا کا تھوڑا سا فائدہ ہے اور پھر آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے"

یہ ارشاد کہ ہم انہیں عذاب دوزخ کی طرف قید کرکے لائیں گے جو بہت بری جگہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کافر نے چند روز دنیا میں فائدہ اٹھالیا تو اب چارو ناچار اسے دوزخ کا عذاب بھگتنا ہوگا۔ یعنی انہیں صرف تھوڑی دیر مہلت ملے گی۔ پھر اچانک انہیں سختی سے پکڑ لے گا جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ ...... (الحج: ۴۸)

"اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں کہ میں انہیں مہلت دیتا رہا حالانکہ وہ نافرمان تھیں۔ پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری طرف لوٹ کر آنا ہے"

صحیحین میں آیا ہے کہ ایذاء پر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں، حالانکہ اللہ ان کو روزی اور تندرستی عطا کرتا ہے۔ یہ بھی صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب پکڑ لیتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ ..... (هود: ۱۰۲)

"اور آپ کا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اسی طرح پکڑتا ہے۔ بیشک اس کی پکڑ دردناک اور سخت ہے"

ابن کثیرؒ نے فرمایا: "جس نے اس آیت کو حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا حصہ ٹھہرایا ہے "ضمیر "قَالَ" کو ان کی طرف راجع بتایا ہے، تو یہ قرآءاتِ سبعہ کے مخالف ہے۔ سیاق وسباق کی ترکیب بھی اس کی نفی کرتی ہے۔ نظمِ کلام کے بھی خلاف ہے۔ "قواعد" جمع ہے "قاعدہ" کی۔ قاعدہ کہتے ہیں اساس اور بنیاد کو۔ اللہ نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ آپ اپنی قوم کو یاد دلائیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اس گھر کی بنیاد رکھی تھی تو اللہ سے اس وقت یہ دعا کی تھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تو اس عمل کو قبول فرما۔

قرطبیؒ نے حضرت ابیؓ وابن مسعودؓ سے حکایت بیان کی ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے: ﴿ وَ يَقُوْلَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا...... الاية ﴾ ابن کثیرؒ نے فرمایا ان کا یہ قول ﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ ﴾ کے بعد اس بات پر دلالت ہے کہ وہ دونوں بزرگ اس عملِ صالح میں مشغول تھے اور اللہ سے دعا کے قبول ہونے کی درخواست کر رہے تھے۔ وھب بن وردؒ جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے اور کہتے: "اے خلیلُ الرحمٰن تم رحمٰن کا گھر بناتے ہو، اور عدمِ قبول سے ڈرتے ہو یہ ویسی ہی بات ہے کہ اللہ نے مومنین مخلصین کا حال بیان کیا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ ﴾ یعنی صدقات، نفقات قربات دیتے ہیں، مگر دل اس بات سے خوف زدہ ہو رہے ہیں کہ کہیں یہ دینا ان سے قبول نہ ہو" اس باب میں ایک صحیح حدیث حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے۔

کسی نے کہا "رافع قواعد" (بنیادوں کو اٹھانے والے) حضرت ابراہیمؑ تھے اور داعی حضرت اسماعیلؑ تھے، مگر صحیح یہ ہے دونوں باپ بیٹا ہی رافع و داعی تھے۔ بخاری شریف میں ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ

> "حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ کی والدہ اور حضرت اسماعیلؑ کو شیر خواری کی عمر میں اللہ کے گھر کے پاس لائے اور انہیں کعبہ میں چھوڑ دیا، جہاں زمزم پر ایک درخت مسجد کے بالائی حصہ میں تھا، اس وقت مکہ مکرمہ میں نہ کوئی آدمی تھا نہ پانی۔ انہوں نے تھیلی میں کچھ کھجوریں اور مشکیزہ میں کچھ پانی رکھا اور واپس چل دیئے۔ والدۂ اسماعیلؑ ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور کہا: اے ابراہیمؑ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ہمیں اس بے آب وگیاہ وادی میں تنہا چھوڑے جا رہے ہیں؟ جہاں نہ کوئی مونس و دم ساز نہ کوئی اور غمگسار؟ یہی بات بار بار کہی۔ حضرت ابراہیمؑ متوجہ نہ ہوئے۔ آخر والدہ اسماعیلؑ نے فرمایا: کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے ـــــــ تو فرمایا: ہاں۔ والدہ اسماعیلؑ نے فرمایا: تو پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر حضرت اسماعیلؑ کی والدہ واپس لوٹ آئیں۔ حضرت ابراہیمؑ گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں وہ کسی کو نظر نہ آتے تھے تو انہوں نے بیتُ اللہ کی طرف منہ کرکے یہ دعائیں کیں۔ اور دونوں ہاتھ بلند کرکے فرمایا: ﴿ رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ الى

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یَشْکُرُوْنَ ﴾ .... (ابراہیم: ۳۷) حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت اسماعیلؑ کو دودھ پلاتیں، خود پانی پیتیں، جب پانی ختم ہو چکا، تو خود بھی پیاسی ہوئیں، بچہ بھی پیاسا ہوا۔ دیکھا کہ اس کی زبان خشک ہوئی جاتی ہے۔ برداشت نہ کر سکیں، صفا پہاڑی زیادہ قریب تھی، اس پر کھڑے ہو کر جنگل کی طرف منہ کیا، کہ کوئی نظر آئے، کسی کو نہ دیکھا، وہاں سے اُتر کر جب وادی میں پہنچیں، کرتے کا دامن اٹھا کر تیز رفتاری سے دوڑیں، وادی سے آگے بڑھ کر مروہ پہاڑی کے اوپر کھڑے ہو کر نظر دوڑائی، کسی کو بھی نہ پایا۔ سات دفعہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ——— عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اسی لئے لوگ ان دنوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتے ہیں ——— جب مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی، اپنے آپ سے فرمایا: ٹھہر جا۔ پھر دوبارہ آواز سنی، فرمایا: اے آواز والے! تیرے پاس کچھ فریاد رسی کا سامان ہے۔ دیکھا تو ایک فرشتہ زمزم کی جگہ پر ہے۔ اس نے اپنی ایڑی ماری، یا پیر مارا، وہاں سے پانی جاری ہو گیا۔ اسماعیلؑ کی والدہ پانی کو حوض کی مانند روکنے لگیں، ہاتھوں سے منڈیر بنانے لگیں، اپنی مشک میں چلو بھر بھر کر ڈالنے لگیں، مگر پانی جوش مار تا رہا ——— ابن عباسؓ نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ اُمِّ اسماعیلؑ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں یا یوں فرمایا کہ چلو بھر بھر کر پانی جمع نہ کرتیں تو یہ زمزم صاف پانی کا ایک چشمہ ہو جاتا، غرضیکہ انہوں نے پانی پیا، اپنے بچے کو دودھ پلایا، فرشتے نے ان سے کہا، آپ ضائع ہونے کا خوف نہ کریں۔ اس جگہ اللہ کا گھر ہو گا، جس کو یہ بچہ اور اس کا والد تعمیر کرے گا۔ اللہ اس گھر والوں کو ضائع نہ کرے گا۔ یہ گھر زمین سے ایک ٹیلے کی مانند بلند تھا۔ سیلاب آتے تو اس کے دائیں بائیں نکل جاتے، وہ جگہ یونہی رہی یہاں تک کہ وہاں پر جُرہم قبیلہ کے کچھ لوگوں کا گزر ہوا، وہ کدا کے راستے سے ادھر آئے، مکہ کے زیریں علاقے میں اترے۔ ایک پرندہ اُڑتا ہوا دیکھا، کہا: یہ پانی کے گرد گھومتا ہے۔ ہم تو اس جنگل میں بارہا آئے، کبھی پانی نہیں دیکھا۔ کسی کو بھیجا، دیکھا تو پانی موجود ہے، وہ پانی پر آئے، وہاں حضرت اسماعیلؑ کی والدہ موجود تھیں۔ انہوں نے والدہ اسماعیلؑ سے وہاں ٹھہرنے کی اجازت مانگی، انہوں نے اجازت دے دی لیکن فرمایا: اس پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہو گا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُمِّ اسماعیلؑ کو کوئی مونس د

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دمساز چاہئے تھا۔ جُرہم کے لوگ وہاں اُتر پڑے، اپنے اہل و عیال کو بھی بلا بھیجا۔ جب کئی گھر والے جمع ہو گئے اور ادھر یہ بچہ بھی جوان ہو گیا اور عربی زبان ان سے سیکھ لی اور انہیں بہت پسند آیا۔ نوجوان ہونے کے بعد اپنی عورت سے اس کا نکاح کردیا۔ اسی اثناء میں اُمِ اسماعیل ؑ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت ابراہیم ؑ حضرت اسماعیل ؑ کی شادی کے بعد آئے کہ اپنے ترکے کو دیکھیں۔ اسماعیل ؑ کو نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کا حال پوچھا۔ بیوی نے بتایا کہ ہمارے لئے کچھ لینے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم ؑ نے گزر اوقات کا حال پوچھا۔ حضرت اسماعیل ؑ کی بیوی نے کہا: نہایت تنگی ترشی میں ہیں۔ حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دے۔ جب حضرت اسماعیل ؑ آئے، انہیں والد کی خوشبو آئی، بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کوئی آیا تھا، کہا ہاں! ایک بوڑھا ایسی صورت میں آیا تھا۔ اس نے حال احوال پوچھا، میں نے بتا دیا کہ تنگی ترشی سے گزارہ ہو رہا ہے۔ پوچھا کیا وہ کوئی وصیت کر گئے ہیں۔ بیوی نے بتایا کہ وہ کہہ گئے ہیں: انہیں سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دے۔ حضرت اسماعیل ؑ نے فرمایا: وہ میرے والد تھے، مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھ کو جدا کردوں، سو تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ۔ حضرت اسماعیل ؑ نے انہیں طلاق دے دی اور قبیلہ جرہم کی دوسری عورت سے شادی کی۔ حضرت ابراہیم ؑ چند دن تشریف نہ لائے۔ ایک دن تشریف لائے۔ حضرت اسماعیل ؑ موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی سے ان کے حالات پوچھے، کہا: ہمارے لئے کچھ لینے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم ؑ نے پوچھا: دن کیسے گزر رہے ہیں؟ بیوی نے کہا۔ خیر دُوسعت ہے۔ تو اللہ کی ثنا بیان کی، پوچھا تمہارا کھانا کیا ہے؟ کہا گوشت، کہا پینا کیا ہے؟ کہا پانی۔ فرمایا: اے اللہ! ان کے گوشت و پانی میں برکت دے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دن کوئی غلّہ ان کے پاس نہ تھا، ورنہ اس کے لئے دعا کرتے۔ فرمایا: کوئی شخص ان دونوں چیزوں پر غیر مکہ میں کفایت نہیں کرتا مگر موافق اس کے نہیں پڑتیں۔ پھر حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا: جب تمہارا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا کہ تم اپنے گھر کی چوکھٹ قائم رکھنا۔ جب حضرت اسماعیل ؑ آئے تو پوچھا تمہارے پاس کوئی شخص آیا تھا۔ بیوی نے کہا: ایک بوڑھا آدمی خوبصورت شکل کا آیا تھا۔ بیوی نے ان کی تعریف کی۔ پھر بتایا کہ انہوں نے حال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احوال پوچھا تھا تو میں نے بتا دیا کہ الحمد للہ اچھی بسر ہو رہی ہے۔ انہوں نے تمہیں سلام کہا اور یہ پیغام دیا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ قائم رکھنا۔ حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا: وہ میرے باپ تھے اور تو میرے گھر کی چوکھٹ ہے، یہ حکم دے گئے ہیں کہ تجھے اپنے پاس رکھوں۔

حضرت ابراہیمؑ چند روز کے بعد پھر آئے تو دیکھا تو حضرت اسماعیلؑ زمزم کے پاس درخت کے نیچے بیٹھے تیر بنا رہے ہیں۔ جب انہوں نے باپ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے، والد کی تعظیم بجا لائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اسماعیلؑ اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، عرض کیا جو حکم آپ کو ملا ہے اس پر عمل کریں۔ فرمایا: کیا تو میری مدد کرے گا؟ عرض کیا: ہاں، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اللہ نے مجھے (ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس جگہ ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا دونوں نے اس گھر کی بنیادیں اٹھائیں۔ حضرت اسماعیلؑ پتھر لاتے اور حضرت ابراہیمؑ گھر بناتے جاتے، جب بنیاد اونچی ہو گئی تو اس پتھر کو لاکر رکھا، حضرت ابراہیم اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے اور دونوں باپ بیٹا یہ کہتے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ غرض تعمیر کے دوران یہ دعا کرتے رہتے"

اس حدیث کو عبدالرزاق نے ابن ابی حاتم سے مطولاً اور ابن جریر نے مختصراً روایت کیا ہے، ابن مردویہ بھی اس کے راوی ہیں۔ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو بخاری شریف سے دوسرے طریقوں سے بھی روایت کیا ہے۔ لکھا ہے کہ امام بخاری نے اسے "کتابُ الانبیاء" میں دو وجہ سے روایت کیا ہے۔ حاکم سے بڑا تعجب ہے کہ اس نے اس حدیث کو مستدرک میں روایت کرکے یہ لکھا ہے: "صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ" ــــــ حالانکہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ہاں اس میں ذبح کا ذکر اختصار کی وجہ سے نہیں آیا اگرچہ صحیح بخاری میں دوسری جگہ آیا ہے کہ اس بکری کے سینگ کعبے میں لٹکتے تھے، یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے اہل کو دیکھنے کے لئے براق پر جلد آتے جاتے تھے پھر لوٹ کر بلادِ مقدسہ کو چلے جاتے (واللہ اعلم)

ابنِ جریرؒ نے خانہ کعبہ کی بنیاد کا جو قصہ حضرت علی مرتضیٰؓ سے بسندِ خود ذکر کیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ سے جدائی سے پہلے اسے بنایا تھا۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "ہو سکتا ہے کہ اس جگہ احاطہ اور حجرہ بنا رکھا ہو، جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسماعیلؑ بڑے ہوئے تو مل کر وہاں گھر تعمیر کیا۔" جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

سدیؒ نے بیت اللہ کی بنیاد کا قصہ بیان کرکے کہا ہے کہ اس سیاق سے یہ بات نکلتی ہے کہ بیتُ اللہ کی بنیادیں حضرت ابراہیمؑ سے پہلے کی بنی ہوئی تھیں۔ اللہ نے ان کو یہ جگہ بتادی۔ بہت سارے لوگ یہ رائے رکھتے ہیں، جن میں عبداللہ بن عباسؓ، عطاء بن ابی رباحؒ، وغیرہ بھی ہیں کہ پہلے اس گھر کو آدم نے بنایا تھا۔ حجرِ اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے۔ اللہ نے اس کی ترمیم حضرت ابراہیمؑ سے کرائی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اس گھر کو پانی کے اوپر رکھا تھا۔ پھر زمین کو گھر کے نیچے سے پھیلا دیا۔ مجاہدؒ نے فرمایا: اس گھر کے رُکن (بنیاد) ساتویں زمین ہیں۔ ازرقیؒ نے اپنی "تاریخِ مکہ معظمہ" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے حضرت ابراہیمؑ سے ساتھ مل کر اس گھر کا طواف کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس گھر کی تاریخ بڑی پرانی ہے۔ حدیث عائشہؓ میں آیا ہے: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! تو نہیں دیکھتی کہ تیری قوم نے جب اس گھر کو تعمیر کیا تو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں سے کم کردیا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: آپ ﷺ اسے ویسا ہی کیوں نہیں کردیتے! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تیری قوم کفر کے قریب نہ ہوتی تو میں اسے ویسا ہی بنا دیتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں رکنوں کا استلام (چھونا)، جو پتھر کے متصل ہیں شاید اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر نہیں تھا (بخاری و مسلم)

حدیث عائشہؓ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر قومِ قریش جاہلیت اور کفر کے قریب نہ ہوتی تو کعبے کا خزانہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کردیتا اور اس کا دروازہ زمین پر رکھتا۔ حجرِ اسود کو اس میں داخل کردیتا۔

بخاری میں ہے: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسی حدیث کی بنیاد پر کعبے کے دروازے بنائے، ایک اندر جانے کا اور دوسرا باہر آنے کا۔ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو کئی طریقوں سے نقل کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد قریش نے رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پانچ برس پہلے اس گھر کی تعمیر کی۔ آپ ﷺ ان کے ہمراہ پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ پھر ایک کپڑے میں حجرِ اسود کو رکھ کر ہر قبیلے نے اٹھایا۔ جب پتھر اپنی جگہ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے خود اسے اس کی جگہ پر نصب کیا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ بیتُ اللہ عہدِ نبوی میں اٹھارہ گز تھا، اسے قباطی پہناتے، پھر چادر پہنائی گئی۔ حجاج بن یوسف نے پہلی دفعہ ریشم کا غلاف پہنایا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی امارت کے آغاز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ۶۰ ھ کے بعد یزید بن معاویہ کی حکومت کے آخری ایام میں جب عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا گیا تو قریش کی رکھی ہوئی بنیادیں جل گئیں۔ تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد پر اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ حجرِ اسود کو کعبے میں داخل کر دیا مشرق و مغرب کی جانب دو دروازے رکھے جس طرح اپنی خالہ عائشہؓ سے سنا تھا، ویسا ہی بنا دیا۔ جب تک وہ امیر رہے، بیتُ اللہ اسی صورت پر رہا۔ جب حجاج نے ان کو شہید کر دیا تو عبداللہ بن مروان کے حکم سے اسے پہلی صورت پر تعمیر کیا گیا۔ (مسلم و نسائی)

ابنِ کثیر کا فرمان ہے کہ سنت یہی تھی کہ جو کام عبداللہ بن زبیرؓ نے کیا تھا، اسے برقرار رکھا جاتا، اس لئے کہ آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے مگر اس وجہ سے کہ اسلام تازہ تازہ ہے اور لوگ کفر سے قریب الزمان ہیں، کہیں ان کے دل اس کا انکار نہ کر دیں، اس لئے آپ ﷺ نے بیت اللہ کی تعمیر کو موقوف رکھا۔

یہ حدیث عبدالملک بن مروان کے علم میں نہیں تھی جب اس پر ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح تھی تو اس نے کہا "وددت انی ترکت وما تحمل" یعنی بیت اللہ کو اسی حال پر چھوڑ دینا بہتر تھا (مسلم) ابن کثیرؒ نے فرمایا: حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بہت سے صحیح طریقوں سے ثابت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ جو کام حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کیا تھا، وہ بالکل صحیح تھا۔ اگر کعبے کو اسی شکل پر چھوڑ دیا جاتا تو بہت بہتر تھا لیکن جب یہ صورتحال قائم ہو گئی تو اب بعض علماء کے نزدیک اس کا بدلنا مکروہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مہدی یا ہارونُ الرشید نے امام مالکؒ سے پوچھا تھا کہ ہم کعبے کو گرا کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے طرز پر بنا دیں تو امام مالکؒ نے فرمایا: اے امیرالمومنین! بیتُ اللہ کو بادشاہوں کا کھیل تماشا نہ بناؤ، کہ جو چاہے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کرے۔ اس پر ہارونُ الرشید نے اس کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ حکایت عیاض اور نووی نے بیان کی ہے۔ سو یہ گھر، واللہ اعلم، دورِ آخر تک اسی طرح برقرار رہے گا حتیٰ کہ دو سوکھی پنڈلیوں والا حبشی اسے گرا دے گا۔

صحیحین میں ابوہریرہؓ سے مرفوعاً آیا ہے۔ "یخرب الکعبة ذوالسویقتین من الحبشة" یہ واقعہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد ہو گا۔ بخاری میں ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ یاجوج ماجوج کے بعد بیتُ اللہ کا حج و عمرہ نہ ہو گا۔

میں کہتا ہوں: قسطلانی میں ہے کعبہ دس بار بنایا گیا ——— ایک بار فرشتوں نے، دوسری بار آدمؑ، تیسری بار حضرت شیثؑ، یہ مٹی اور پتھر کا تھا طوفان میں ڈوب گیا، چوتھی بار حضرت ابراہیمؑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

، پانچویں بار عمالقہ نے، چھٹی بار جرہم نے، (بانی کا نام حارث بن مضاض تھا) ساتویں بار قصی نے جو رسول اکرم ﷺ کی پشت سے پانچویں جد امجد تھے، آٹھویں بار قریش نے، نویں بار عبداللہ بن زبیرؓ نے اوائل ۶۴ھ میں اور دسویں بار حجاج نے۔ سلیمان جمل نے کہا ہے اس کے بعد ۱۳۹ھ میں کسی بادشاہ نے اس کی تعمیر کی۔ امام رازی نے فرمایا: یہ دلیل ہے کہ مسجد کا بنانا، اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور تحائف قبول کرنا مستحب ہے۔

یہ دعا کہ "ہمیں مسلمان بنا، حج کے دستور سکھا" ——— اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنا فرمانبردار بنا ہم تیری اطاعت و بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ کسی نے کہا مسلمان تو تھے ہی، سو ثابت قدمی کی دعا مانگی۔ حضرت عکرمہؒ نے فرمایا: اللہ نے اس دعا پر فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ سدیؒ کہتے ہیں: ذریت سے مراد عرب ہیں۔ ابن جریر کا قول ہے کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ ذریت، عرب و عجم کو عام ہے۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل بھی حضرت ابراہیمؑ کی ذریت ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴾

"اور قوم موسیٰ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو حق کا رستہ بتاتے اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔" (الاعراف: ۱۵۹)

ابن کثیرؒ نے فرمایا: ابن جریر کا قول سدیؒ کی نفی نہیں کرتا، اس لئے کہ عرب کی تخصیص عجم کے منافی نہیں۔ آیتِ شریعت کا سیاق و سباق عرب کے حق میں ہے، اس لئے اس کے بعد بعثتِ رسول ﷺ کی دعا عرب میں سے کی ہے۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، جیسے اللہ نے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ ﴾ .... (الجمعۃ: ۲)

"وہی تو ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا"

اس کے باوجود یہ خبر کہ آپ ﷺ کو احمر واسود کی طرف مبعوث کیا گیا، اس کے خلاف نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾

"اے نبی اکرم ﷺ : آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں" (الاعراف: ۱۵۸)

اس کے علاوہ اور بہت سی قاطع دلیلیں موجود ہیں کہ یہ دعا حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی ویسی ہی ہے جیسے اللہ نے متقین کے احوال کی خبر دی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ .... (الفرقان : ۷۴)

"وہ جو اللہ سے دعا مانگتے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا"

سو ایسی دعا شرعاً مرغوب ہے۔ کیونکہ اللہ کی عبادت اور اس کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس بات کی تمنا کرے کہ اس کی نسل سے ایسے آدمی پیدا ہوں جو خالصتاً اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت کریں۔ اس لئے جب اللہ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا تھا کہ میں تمہیں سب لوگوں کا امام متعین کروں گا، تو انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ! میری اولاد میں بھی ایسا ہو، تو اللہ نے فرمایا: میرا ظالموں سے کوئی وعدہ نہیں:" ﴿ وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴾

حدیث ابوہریرہؓ میں مرفوعاً آیا ہے کہ "جب آدمی اس دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین کام باقی رہتے ہیں: ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے نفع ہو، تیسرا صالح اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔"

حج کے دستور سے مراد وہ قاعدے اور اصول ہیں جن کے مطابق حج کیا جاتا ہے۔ عطاءؒ کا قول ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا: یعنی عین ذبح کی جگہ بتادیں۔ قتادہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے جب ابراہیمؑ کو مناسکِ حج کا حکم ہوا تو سعی میں شیطان سامنے آیا۔ ابراہیمؑ اس پر سبقت لے گئے، پھر جبرائیلؑ انہیں لے کر منیٰ میں آئے، فرمایا: یہ جگہ لوگوں کے مناخ (قربانی) کی ہے۔ جب جمرہ عقبیٰ کے پاس گئے تو شیطان پھر سامنے آیا۔ ابراہیمؑ نے اسے سات کنکریاں ماریں، پھر جمرہ وسطیٰ پر سات کنکریاں ماریں، پھر جمرہ قصویٰ پر سات کنکریاں ماریں، تب شیطان وہاں سے بھاگا پھر جبرائیلؑ، ابراہیمؑ کو مزدلفہ میں لائے کہا: یہ مَشعر ہے، پھر عرفات میں لائے، کہا: یہ عَرفہ ہے، پھر کہا اب تو آپ نے سب کچھ جان لیا۔ اسے ابوداؤد اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ آج ملتِ اسلامیہ میں حج کے جو مناسک مقرر ہیں، یہ سب جبرائیل کے سکھائے ہوئے ہیں۔ جبرائیلؑ نے ابراہیمؑ کو سکھائے اور رسولِ اکرم ﷺ کی وساطت سے امتِ مسلمہ میں آئے۔

☆ ☆ ☆

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ